ترقی کیسے ہوگی؟

قرائن حد درجہ مشکل ہیں۔ حکمران طبقے نے ایکا اور تہیہ کرلیا ہے کہ نہ سچ بولنا ہے اور نہ ہی سچ سننا ہے۔ معاشرے کے ایک طبقے نے اپنے آپ کو ریاست سے مکمل طور پر علیحدہ کرلیا ہے۔ انہیں معلوم ہو چکا ہے کہ اس نظام میں عام آدمی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ بھی یقین ہو گیا ہے کہ ان کی فلاح و بہبود کے لئے کچھ بھی موجود نہیں۔ بالائی طبقہ کی گراوٹ کا ردعمل اتنا شدید ہے کہ ہر شخص اپنی آگ سلگا کر اپنے آپ کو خود جلا رہا ہے۔ جذباتیت‘ توہم پرستی‘ وہم‘ جبر‘ لوٹ مار‘ زندگی گزارنے کا چلن بن چکا ہے۔ ساتھ ساتھ دلیل کے بغیر سوچنا اب ایک وطیرہ بن چکا ہے۔ گزشتہ دو چار سالوں میں بڑے بڑے جغادری‘ فلسفی‘ منطقی ادارے کھل کر سامنے آ گئے ہیں۔ موجودہ صورت حال کسی بھی معاشرے اور ملک کی گراوٹ کی وہ انتہا ہے جس کے آگے کچھ بھی موجود نہیں ہے۔ چند دن پہلے بیرون ملک سے واپس آیا ہوں۔ نجی مصروفیت کی وجہ سے دبئی اور لندن جانا پڑا۔ لندن کا ذکر اس لئے نہیں کرنا چاہتا کہ بھلا کافروں سے ہمارا کیا واسطہ؟ ہم تو نیکی اور پارسائی کے وہ بزرجمہر ہیں جنہوں نے پوری دنیا کی امامت کا فرض ادا کرنا ہے؟ مگر دبئی کا بتائے بغیر دل آسودہ نہیں ہوتا۔ دو ہفتے پہلے دبئی میں طوفانی بارشیں ہوئی تھیں۔ فقید المثال برسات نے پورے شہر کو تھوڑے عرصے کے لئے غیر فعال کر دیا تھا۔ پاکستان کے سوشل میڈیا پر پانی کی اس تندی کو جس تیکھے انداز میں پیش کیا گیا‘ اس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ ہمارے ہاں‘ دبئی میں بارشوں کو قدرت کے انتقام سے براہ راست جوڑ دیا گیا۔ یہاں تک بات کی گئی کہ دبئی میں ایک مندر بننے کی وجہ سے فطرت‘ اس شہر کے خلاف کام کر رہی ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ مندر کے ایک پروہت نے خواب دیکھا کہ پورا مندر اور دوبئی پانی میں ڈوب چکے ہیں اور اس بارش کے بعد‘ وہ مسلمان ہوگیا۔ مگر ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔ یقین فرمایئے کہ صرف تین دن میں دبئی کی انتظامیہ نے حیرت انگیز تیزی سے پورے شہر سے بارش کے پانی کا نام ونشان مٹا ڈالا۔ اس عمل میں ملک نے تقریباً ایک بلین ڈالر خرچ کیے۔ شہریوں کی بھرپور حفاظت کی گئی۔ لوٹ مار تو دور کی بات کسی شہری کے جوتے تک گم نہیں ہوئے۔ صرف چار پانچ دن کی محنت سے پورا شہر دوبارہ چمکنا شروع ہو گیا۔ بذات خود ملاحظہ کیا اور پورے شہر میں کمال صفائی اور ستھرائی دیکھنے کو ملی۔ کچرے اور کیچڑ کا ایک ڈھیر تک دیکھنے کو نہیں ملا۔ دو تین دن کی محنت سے انتظامیہ نے پورے دبئی کو ہر طریقے سے صاف ستھرا بنا دیا۔ ان کی حکومت نے کسی بھی غیر ملک کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلائے کہ خدارا ہماری اس عوامی کام میں مدد کیجئے۔ امداد دیجئے یا صفائی کی مشینیں مہیا کریں۔ ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔ حکومت بذات خود اس قدر طاقتور اور فعال ہے کہ سارا کام خود سرانجام دیا۔ ویسے موازنہ فرمایئے کہ ہم سیلاب کے بعد گندے پانی کو مہینوں تک‘ سندھ‘ پنجاب‘ کے پی اور بلوچستان سے مکمل طور پر باہر نکال نہیں پائے۔ حقیقت میں ہمارے حکمران صرف اور صرف جھوٹ اور مبالغہ آرائی پر انحصار کرتے ہیں۔ نتیجہ بالکل فطری ہے۔ پورا ملک بربادی کی المناک داستان بن چکا ہے۔

واقف حال جانتے ہیں کہ معاشی طور پر پاکستان سرنگوں ہو چکا ہے۔ اسے کسی غیر ملکی طاقت نے نہیں بلکہ اپنوں نے اس حال پر پہنچایا ہے۔ پی ڈی ایم i‘ عبوری حکومتیں اور پی ڈی ایم ii‘ ہماری تنزلی کے دکھ بھرے نشان ہیں۔ مگر اب واپسی ناممکن ہے کیونکہ معاملہ ہر ایک کے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ موجودہ حالات میں جو کمیٹی سرمایہ کاری کے فروغ کے لئے بنائی گئی ہے‘ اس کی وہ استطاعت ہی نہیں کہ بیرونی اور اندرونی سرمایہ دار کو اعتماد بخشے کہ وہ اپنی دولت پاکستان میں لگانا شروع کر دیں۔ بلکہ سب کو معلوم ہے کہ ہمارے بالائی طبقے کے تمام پیسے ملک سے باہر محفوظ مقامات پر موجود ہیں۔ اس کمزوی کا حل سعودی عرب اور چند دیگر مشرق وسطی کے ممالک کی مبینہ خطیر سرمایہ کاری کے ریاستی پروپیگنڈے کی صورت میں کیا جا رہا ہے۔ چلئے‘ بغیر تعصب کے اس تمام منظرنامے پر نظر ڈالیے۔ ایک ملک بتا دیجئے۔ جو ہمارے جیسی معاشی تنزلی پر ہو‘ اور بیرون ممالک وہاں سرمایہ کاری کرنے کی جرأت کریں۔ سرمایہ کاری تو صرف وہاں ممکن ہے جہاں لوگوں کی دولت‘ عزت اور کارخانوں کو تحفظ ہو۔ یہاں تو ہر کامیاب کاروباری شخص‘ نیب کے ریڈار پر ہے۔ افسر شاہی گروہ بندی کا شکار ہے۔ خان صاحب ویسے ہی پیدل تھے۔ لہٰذا‘ ہمارے بابوؤں نے انہیں خوب بے وقوف بنایا اور خان صاحب بڑی آسانی سے ان کا شکار بنتے رہے۔ ویسے اب خان صاحب اپنی ناپختگی کی بدولت پابند سلاسل ہیں۔ بربادی کی ایک بہت بڑی وجہ بجلی بنانے کے کارخانوں کی سرکاری سرپرستی ہے۔ خود فرمایئے کہ بجلی کے ایک یونٹ کا نرخ ساٹھ روپے کا بنتا ہے۔ یہی یونٹ ہندوستان میں پانچ سے آٹھ روپے کا ہے۔ بنگلہ دیش میں سات ٹکہ کا ہے۔ ہمارے ملک میں اس بجلی کے ہوشربا نرخ کے ساتھ کون بزرجمہر انڈسٹری لگائے گا یا چلائے گا۔ ویسے موجودہ حکمران سالہا سال سے فرما رہے ہیں کہ انہوں نے ملک میں بجلی کے متعدد کارخانے لگائے۔ ان سے جب یہ پوچھا جاتا ہے کہ ان کی اس کاوش کی بدولت پاکستان میں بجلی کے نرخ دنیا میں مہنگے ترین کیوں ہیں تو وہ خاموش ہو جاتے ہیں۔

موجودہ حالات میں ہمیں حد درجہ گہرے تجزیہ کی ضرورت ہے۔ معاملات کو شاید سنبھالا نہ جا سکے۔ مگر پھر بھی آخری ہچکی سے پہلے بھرپور تردد کی حاجت ہے۔ دنیا کا ایک ملک بتا دیجئے جو خود ترقی نہ کرنا چاہے اور بیرونی طاقتیں اسے بیساکھیوں پر کھڑا کر کے معاشی طور پر توانا بنا دیں۔ کم از کم‘ انسانی تاریخ میں کوئی بھی ایسی مثال نہیں ملتی۔ جہاں کسی بھی خطے کو زبردستی ترقی کروائی گئی ہو۔ زیادہ دور نہیں جاتے۔ دوسری جنگ عظم کے بعد‘ دو ایسے ممالک تھے جو مکمل طور پر خاک کا ڈھیر بن گئے۔ جرمنی اور جاپان۔ مگر صرف بیس سے پچیس برس کی قلیل مدت میں وہ اقتصادی طور پر دوبارہ اپنے پیروں پر کھڑے ہو گئے۔ یہ نکتہ بھی سچ ہے کہ امریکہ نے ان دونوں ممالک کی بحالی میں حد درجہ معاشی تعاون کیا۔ مگر جوہری طور پر جرمنی اور جاپان‘ دونوں ملکوں کے اندر ترقی کرنے کا مادہ موجود تھا۔ دونوں اقوام میں تنظیم‘ نظم وضبط موجود تھا۔ بلکہ ایک بات اور بھی تھی دونوں ممالک کی قیادت اور ادارے ہرگز ہرگز دو عملی کا شکار نہیں تھے۔ ان کے دامن ہر طرح کی کرپشن کے وجود سے پاک تھے۔ جاپان میں تو آج بھی یہ صورت حال ہے کہ اگر کسی بھی اہم شخص پر معمولی سا بھی کسی اخلاقی یا معاشی گراوٹ کا فقط الزام لگتا ہے تو ان میں سے ننانوے فیصد لوگ خودکشی کر لیتے ہیں۔ حکمران طبقہ ہر وقت احتساب کے عمل سے گزرتا رہتا ہے۔ رشوت لینا تو دور کی بات‘ سرکاری گاڑی کے ناجائز استعمال پر‘ وزراء اعظم تک اپنے عہدے سے استعفیٰ دے ڈالتے ہیں۔ مگر ہمارے نظام میں یہ تمام معاملہ الٹا ہے۔ جس شخص پر‘ جتنے مہیب الزامات ہیں‘ وہ اتنا ہی مراعات پانے کا حقدار گردانا جاتا ہے۔ یاد آیا۔ پنجاب میں ایک گورنر نے اپنے رشتہ داروں میں بیس سے پچیس سرکاری گاڑیاں تقسیم کر دیں۔ دراصل ہمارے ملک میں کسی سطح پر بھی کوئی میرٹ نہیں ہے۔ جب سرکاری بابو‘ جو آپ کے ٹیکس پر پلتے ہیں۔ قانون شکنی سے بڑھ کر‘ آئین کو غیر فعال بنا ڈالیں تو آگے کیا رہ جاتا ہے۔

ہمارے ملک کے اصل مسائل پر بات کرنے کی کوشش تو کی جاتی ہے مگر عملی اقدامات نظر نہیں آتے۔ قانون کی بے بسی دیکھئے کہ گندم سکینڈل میں ملوث لوگوں کے خلاف کوئی کارروائی تو دور کی بات۔ تحقیقاتی کمیشن‘ انہیں بلانے کی جسارت نہیں کر سکا۔ مگر ایک گندم سکینڈل پر کیا بات کرنا۔ اس ملک کا ہر پل ایک نئے سکینڈل کو جنم دیتا ہے۔ غور فرمایئے۔ جو ملک‘ ایک خوفناک خانہ جنگی کے بعد‘ دولخت ہوا ہو۔ وہاں اس المناک حادثہ کی تحقیقاتی رپورٹ یعنی حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ‘ سرکاری راز رہے اور ہمسایہ ملک سے شائع ہو جائے۔ اور اس کے بعد بھی کسی قسم کا کوئی احتساب سامنے نہ آئے۔ ہم سارا دن‘ ہمسایہ ملک کو دہشت گردی اور مسلمانوں کے ساتھ امتیازی سلوک کا منبع گردانتے ہیں۔ مگر کیا ان کے وزیراعظم پر مالیاتی کرپشن کا کسی قسم کا کوئی الزام ہے۔ ایک چائے بیچنے والا‘ اپنے ملک کا اتنا مضبوط رہنما بن چکا ہے کہ دنیا کی نظریں خیرہ کن سحر میں مبتلا ہیں۔ اور ہمارے ہاں‘ اوپر سے نیچے تک ہر مقتدر شخص ذاتی فائدہ سے آگے سوچنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا۔ ترقی تو دور کی بات‘ اگر ہم اپنی بربادی کے سفر ہی کو روک لیں‘ تو شاید کامیاب نظر آئیں!